"زیادہ Involve ہوئے بغیر دنیا کے کام کرو..... سارے کام..... لوگوں سے زیادہ گھال میل کے بغیران سے ملتے رہو..... ان کی غمی خوشی میں شامل رہو۔"

"تیرا خیال ہے قدرت یہ آسان کام ہے.....؟"

"آسان تو نہیں لیکن کچھ ایسا مشکل بھی نہیں۔ جب کچھ حاصل کرنا چاہو گے تو قدرتی طور پر بتلا بھی زیادہ ہو گے..... یہ جو اتنا کثیر المقاصد ہے اشفاق' یہ رنگا رنگی کم ہو جائے گی..... جب دنیا میں رچ بس کر اس کی گہما گہمی میں کھو کر زندگی بسر نہ کرو تو آہستہ آہستہ اندر گرماگرمی پیدا ہونے لگتی ہے..... بس یہ ہی نسخہ ہے دنیا کو دین بنانے کا..... سب کام کرو..... سب میں ملے جلے رہو پر اندر کی ٹکٹکی جاری رہے..... اندر کے سفر میں پیدل چلنا کم نہ ہو دھیان ادھر ہی رہے"۔ گاڑی نہر کے ساتھ ساتھ جا رہی تھی۔ شہاب بھائی خاموش ہو گئے غالباً انہوں نے اپنی ٹکٹکی جاری کر لی تھی ہم دونوں چپ ہو گئے لیکن میرے اندر کا شور بڑھ گیا جب تک میں کسی سے بولتی نہ رہوں یادہ مجھ سے باتیں نہ کرتا رہے مجھے لگتا ہے کہ یادہ ناراض ہے یا جلد ہی میری زود رنجی اسے ناراض کر دے گی۔ خاموش ہوتے ہی تنہائی کا بگھیرا دبے پاؤں میری طرف بڑھنے لگتا ہے۔ میں ماحول' لوگوں کے چہرے موسم کا منہ تکنے لگتی ہوں۔ اس رات بھی میں نے شہاب بھائی کا چہرہ چاند رات میں دیکھا وہ چپ تھے لیکن اداس نہیں تھے انہیں یہ خوف بھی نہیں تھا کہ انہیں چپ پا کر ہم ناراض ہو جائیں گے..... انہیں ہم سے کچھ حاصل نہیں کرنا تھا۔ وہ ہم سے کچھ چاہتے نہیں تھے۔ نہ ہماری رائے' نہ ہماری خوشنودی' نہ ہماری دوستی نہ ہماری دشمنی' بس ایسے آزاد شخص کے لئے ہر ماحول میں خوش رہنا اور کبھی بور نہ ہونا کتنا آسان تھا۔

جب ہم گھر پہنچے تو اشیر خاں گیٹ پر کھڑا تھا۔ کار اندر چلی گئی تو وہ بھی چپ چاپ اندر جانے لگا۔ شہاب بھائی نے آہستہ سے پوچھا..... "کیوں بھئی سوئے نہیں....."

"بس جی ایسے ہی..... وی سی آر دیکھ رہا تھا....."

اشیر کاسنی دروازے کے آگے رکا اور لاتعلقی سے بولا..... "شہاب چچا پانی پئیں گے؟"

"ہاں بھئی اگر ٹھنڈا ہو تو کیا کہنے....."

اشیر خاں نے یخ پانی تھرموس میں ڈالا اور ایسی بے پرواہی سے تھرموس ڈریسنگ ٹیبل پر رکھی گویا ساری شام اس نے کسی کا انتظار ہی نہ کیا تھا۔

ویسے انتظار تو معدارنی سرداراں بھی شہاب بھائی کا بہت کیا کرتی تھی۔

دھان پان اجلی اجلی نازک چہرے اور بدن والی سرداراں ناکی پھیرتے کہتی.....

"اب تو بہت دن گزر گئے ہمارا بابا نہیں آیا....."

سرداراں کی آواز دھیمی' لباس صاف اور چہرہ کھتری عورتوں کی طرح ملائم ہے وہ بھی غالباً

Scanned By Waqar A

جھا ڑو پھیرتی، ٹاکی مارتی اپنے بیٹے اللہ وسایا کی ٹکٹکی چلائے رکھتی ہے۔ عورت اور بھگت کا ہمیشہ سے ایک ساحال ہے۔ غالباً اسی لئے برصغیر کے صوفی حضرات نے عورت ہی کی زبان میں اللہ کو یاد کیا ہے۔

عورت بچے کا باپ نہیں چھوڑتی اور اللہ کا پیارا ادھر کی رسی نہیں چھوڑتا..... اسی لئے جب کبھی کوئی عورت کسی اللہ کے پیارے کو دیکھ لیتی ہے اس کے سر پر آپی آپ دوپٹہ آجاتا ہے وہ مؤدب ہو جاتی ہے ہاتھ جوڑ کر بات کرتی ہے۔ غیر شعوری طور پر اسے معلوم ہوتا ہے کہ اس آدمی کو میرے وجود کی پروا نہیں..... یہ خواہشوں کے تمام دریچے بند کر چکا ہے۔ عورت ایسے اچھنبے کے سامنے کبھی گستاخ نہیں ہوتی۔ اپنی نہیں منواتی۔ نظر نیچی رکھتی ہے.....

سرداراں بھی نظر نیچی کر کے ٹاکی مارتے شہاب بھائی سے باتیں کرتی جاتی۔

"باباجی میرا اللہ وسایا بڑا کمزور ہو گیا ہے..... باباجی میرے اللہ وسائے کی نوکری کہیں لگ جائے..... بابا جی اللہ وسایا پھر بیوی بچے چھوڑ آیا ہے کیا کروں.....؟"

سرداراں مکمل طور پر اللہ وسایا میں مگن بولتی رہتی..... شہاب بھائی پوری توجہ سے سنتے رہتے کبھی مشورہ نہ دیتے کبھی بات نہ بڑھاتے..... مدد کرنا چاہتے تو مجھے پیسے دے دیتے کبھی اسے احسان مند کرنے کی کوشش نہ کرتے..... ایک روز جب سرداراں غسل خانہ دھو کر جا رہی تھی تو شہاب بھائی بولے..... "کیا اچھی عورت ہے ہاتھ سے ٹاکی پھیرتی رہتی ہے اندر سے اللہ وسائے کا ہاتھ پکڑے رکھتی ہے..... کہیں اسے ذکر کرنا آجائے تو بیڑا پار ہو جائے....."

پھر مجھے پچاس روپے کا نوٹ دے کر بولے..... "جب میں چلا جاؤں تو اسے دے دیجئے گا....."

میں نے نوٹ لے لیا.....

"آپ دیکھیں گی اس بار میں بھی اسلام آباد جا کر اپنا Conduct اسی طرح درست کروں۔

میں نے دل میں سوچا..... بھلا اب یہ کیا درست کریں گے؟

"چھوٹے بڑے کنک ہیں۔ کئی آلائشیں ہیں..... اٹمل بے جوڑ باتیں ہیں۔ وقت کم ہے خرابیاں زیادہ ہیں۔ کون جانے حسن خاتمہ ہو بھی پاتا ہے کہ نہیں.....؟" جس روز شہاب بھائی ہم سے رخصت ہوئے سرداراں فرش پر بیٹھ گئی اور ان کے پلنگ پر ہاتھ رکھ کر بولی..... "ہائے ہائے ساڈے بابے دی کی لوڑ سی رب نوں؟ ہور مخلوق گھٹ اے؟ ہن میں کس نال اللہ وسائے دیاں گلاں کراں....."

بھلا میں سرداراں کو کیا سمجھاتی کہ ایسے ہی لوگوں کی گلاں سننے کو تو اوپر بلایا جاتا ہے، ٹکٹکی کی آواز برملا سننے کے لئے تو کھلے آسمانوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ کملے سرداراں ایسے ہی لوگوں کی تو ضرورت رہتی

Azeem Paksitanipoint

ہے.....یہاں اور وہاں۔

پھر یوں ہوا.....

اثیر کا دوست علی گھر سے بھاگ کر ہمارے ہاں آ گیا.....وہ پڑھائی سے اوب چکا تھا اور اے لیول کا امتحان دینا نہ چاہتا تھا۔ اس کی ماں نینی خوف میں گھری سارے شہر میں یوں ہراساں کار دوڑائے پھرتی تھی جیسے شہر میں ایٹم بم پھٹنے والا ہو..... علی انگریزی میں نازک نازک نظمیں لکھتا تھا۔ اس کے دل پر لڑکیوں کے چاند طلوع ہونے لگے تھے۔ وہ ماں کو خوش کرنے کے لئے پڑھائی کرنا چاہتا لیکن خوبصورت کپڑے 'نوجوان امیر دوست' ٹیلی فون کرنے والی لڑکیاں..... انگریزی کے خوبصورت مصرعے اسے گھر بیٹھنے نہ دیتے۔

نینی ہر رشوت دے کر تھک گئی۔ اس نے ان گنت ٹرولیاں علی کے لئے سجائیں اسے ملک ملک پھرایا..... شہر میں ہونے والے تمام ورائٹی شو دکھائے..... لیکن علی احسان مند ہو کر پڑھائی کے جال میں نہ پھنسا اور ایک دن اثیر خاں کے ساتھ گھر آ گیا۔

شہاب بھائی بھی ان دنوں کاسنی کمرے میں رہتے تھے۔

یہ بڑی طوفانی شام تھی۔ شہاب بھائی بنچ پر بیٹھے تھے۔ نینی خوفزدہ تھی کہ اگر اس کا اکلوتا بیٹا ناکارہ نکل آیا تو کیا بنے گا؟ اثیر شہاب بھائی کا منہ تک رہا تھا جیسے جانتا ہو کہ اب کچھ بگڑ نہیں سکتا۔ علی سب سے دور شودروں کی طرح جوتیوں کے پاس بیٹھا تھا..... فضا میں چار سو چالیس وولٹ کی شکتی تھی۔ ہر بات پر کسی نہ کسی کو کرنٹ پڑتا۔ شہاب بھائی چپ تھے نینی سرخاسرخ چہرہ لئے شکوے شکایتوں کی تار پر علی سے ہوتی ہوئی اپنے شوہر فضلی تک جا پہنچی تھی اس کے خوف کچھ اس طرح اسے شاک لگا رہے تھے کہ وہ جو کچھ بھی بولتی نیم چیخ کی شکل اختیار کر لیتا..... بڑی دیر کے بعد شہاب بھائی نے کہا..... "اس کے معاملے میں آپ پریشان ہونا چھوڑ دیں یہ خود ہی اپنے لئے درست فیصلہ کر لے گا....."

نینی شہاب بھائی کے کہنے پر بڑی یقینی کے عالم میں علی کو ساتھ لے گئی اسے شہاب بھائی کی بات کا شاید یقین تو نہیں تھا لیکن وہ اثیر خاں کے بابا شہاب کے سامنے کچھ بولنا نہیں چاہتی تھی۔

دو دن بعد نینی ہمارے گھر آئی تو اس کا چہرہ پروڈگل سن کی واپسی پر ڈلک رہا تھا اس نے گلابی لباس پہنا ہوا تھا۔ اس کے آنے سے کچھ دیر پہلے شہاب بھائی نے پوچھا..... "وہ جو خاتون اگلی شام آئی تھی اس کا کیا نام ہے....."

"نینی..... نسیم فضلی....." خان صاحب نے جواب دیا۔

"کل رات میں نے دیکھا اس نے گلابی لباس پہنا ہوا ہے اور وہ ایک ایسی محفل میں ہے جس کا میں عقیدت کی وجہ سے بیان نہیں کر سکتا۔"

Scanned By Waqar A

"کیا مطلب؟"

"وہ بہت پائے کے بزرگوں کے ساتھ تھی....."

کچھ دیر بعد نینی آئی اس نے گلابی لباس پہنا ہوا تھا اور وہ علی کی حرکتوں کے باعث اور اپنے خوف کے ہاتھوں جان بلب تھی۔ جب وہ کچھ دیر بعد جانے لگی تو شہاب بھائی تیزی سے بیچ سے اٹھے اور اس کے قریب جا کر بولے..... "ایکسیوزمی کیا آپ میرے لئے دعا کر سکتی ہیں"۔

نینی ششدر رہ گئی اس نے بڑی لجاجت سے کہا..... "جی ضرور....." لیکن میں آپ کے لئے کیا دعا کروں۔ آپ کے پاس تو سب کچھ ہے"

"آپ میرے حسن خاتمہ کے لئے ضرور دعا کر دیجئے گا"۔

نینی خاموش چلی گئی..... میں نے حسد کی لہر کو اپنے اندر ابھرتے دیکھا..... مجھے نینی بڑی ہی خوش نصیب نظر آئی جس سے شہاب بھائی نے دعا کی استدعا کی تھی۔

شہاب بھائی کسی چیز کو Correct نہیں کرتے تھے۔ بڑی گاڑیاں' عورتیں' خوبصورت بنگلے..... میں نے کبھی ان کے منہ سے یہ بات نہ سنی کہ کاش یہ مجھے مل جائے۔ چونکہ وہ للچاہٹ سے کسی چیز کو نہ دیکھتے تھے اس لئے میں نے کبھی انہیں تجویز کرتے بھی نہیں دیکھا اور اسی لئے شاید وہ حسد کا شکار کبھی نہ ہوئے۔ نظریات میں توازن' گفتگو میں نرمی' لباس میں میانہ روی' خوراک میں سادگی' دوستی میں ثابت قدمی' رابطوں میں مہربانی' ناراضگی میں خاموشی اختیار کرتے۔ وہ سچ بولتے لیکن سچ کو دل آزاری کے طور پر استعمال نہ کرتے۔ پیسہ ان کے ہوٹے میں ہوتے تو نہ انہیں پنکھا لگ جاتا کہ خرچ کر ہی لیں نہ اس قدر انہماک ہوتا کہ کتنے بچ گئے ہیں۔ اور ان کے بچنے کے ساتھ اب بنک بیلنس کس قدر ہو گا؟ انکساری اور تحمل نہ کسی کو مرعوب کرنے کے لئے نہ اپنے آپ کو ہر دلعزیز بنانے کے لئے استعمال میں تھا۔ بس انہیں علم تھا کہ کوئی شخص آپ سے کمتر نہیں..... ایک مرتبہ صبح کے وقت جب وہ ناشتے کے لئے بیٹھے ہوئے تھے میں نے کہا..... "چلئے شہاب بھائی مان لیا کہ آج کے زمانے میں جب عقل اور تعلیم اتنی بڑھ گئی ہے ہم بیعت کے تمام کوائف پورے نہیں کر سکتے لیکن بالفرض کوئی شخص پکا ارادہ کر لے تو پھر وہ مرشد کیسے تلاش کرے؟" شہاب بھائی بولے.....

"اول وہ شخص آپ کو خود ہی ملے گا اور آپ کی سچی لگن کی کنڈی میں پھنس کر آپ کے پاس آئے گا۔ بالفرض ایسے نہ ہو۔ تو صبح سویرے گجر دم اٹھتے ہی پھاٹک کھول کر کھڑے ہو جائیں جو پہلا آدمی نظر آئے اسے اپنا مرشد مانیں اور اپنی خواہش کے مقابلے میں اس کی رائے کو صائب جانیں"۔

یہ شہاب بھائی کا آخری پیغام تھا۔

وہ رات کو دودھ میں شہد اور بادام روغن ملا کر پیا کرتے تھے۔ انیق خاں کی بیوی غزل نے کئی بار ان سے

Azeem Paksitanipoint

Scanned By Waqar A

پوچھا کہ چچا دودھ لاؤں۔ میں نے بھی کہا..... "شہاب بھائی چھوٹی مکھی کا شہد آیا ہوا ہے آپ ضرور پئیں"۔ لیکن وہ مائل نہ ہوئے..... ان کی آواز بیٹھی ہوئی تھی اور چلنے پھرنے میں تھکان کے آثار تھے۔ ہمارا معمول تھا کہ جب وہ کاسنی کمرے میں موجود ہوتے اتنے دن ہم رات کے کھانے پر کہیں نہ جاتے لیکن اس بار انہوں نے خود کہا۔

"واصف صاحب کی محفل میں ہم سب چلیں گے بہت سے لوگ مل جائیں گے" لیکن جس محفل میں ہم سب نے شرکت کی وہاں انہوں نے میزبان کے اصرار کے باوجود کچھ نہ کھایا۔ وہ کوئی بھی پکی ہوئی چیز کھانا نہ چاہتے تھے۔

دوسری شام کہنے لگے..... "اشتیاق کے گھر کھانا ہے اشیر بتا رہا تھا کہ تم دونوں نہیں جا رہے"۔ میں نے کچھ من گھڑت جواب دیا۔

بولے..... "ہم تینوں چلیں گے اشتیاق سے ملے مجھے ایک عرصہ ہو گیا ہے"۔

"تجھے تو لوگوں سے گھبراہٹ ہوتی ہے قدرت....." خان صاحب نے کہا۔

"ہاں ہوتی ہے..... ہوتی تو ہے..... لیکن تمہارا بھائی مجھے اچھا لگتا ہے.....

بڑا نفیس آدمی ہے"۔

اس آخری قیام کے دوران وہ ہمارے ساتھ ہر ڈنر پر گئے۔ لوگوں کے ساتھ اصرار کے ساتھ ملے۔ باتیں کیں اور پھر اپنے پینٹ جملے کے ساتھ اسلام آباد چلے گئے۔ کئی سالوں سے وہ جانے سے پہلے ایک ہی جملہ بولا کرتے تھے۔

"اس بار میں اسلام آباد جا کر اپنا Conduct درست کروں گا....."

ان کے جانے کے بعد ہم دیر تک یہی باتیں کرتے رہے کہ اگر شہاب صاحب کو اپنا کردار درست کرنے کی ضرورت ہے تو ہم اس سلسلے میں کیا کریں؟۔ خان صاحب اور اشیر خاں شہاب بھائی کو اسلام آباد چھوڑ کر واپس آئے تو دونوں کے چہرے پر اداسی تھی۔ وہ سارا راستہ آپس میں بالکل نہ بولے تھے۔

رات حبس سے بوجھل تھی۔ کمروں میں نمی تیرتی پھرتی تھی۔ ہمارے ہمسائے میں لگے ہوئے بیری کے درخت دم بخود کھڑے تھے۔ اتنی ہوا بھی نہ چل رہی تھی کہ انار کے نازک پتے ہلتے۔ لان میں نیون لائٹ پھیلی تھی اور اس کی چٹی روشنی میں لان کی گھاس نیلی نظر آتی تھی۔ پھر ایک فون کی گھنٹی بجی..... رات گئے ہمارے گھر کئی بار رانگ نمبر بجتے ہیں کبھی کبھار ایسے لوگ بھی فون کرتے ہیں جو اداس، ڈرے ہوئے، معاشرے سے نالاں ہوتے ہیں۔ لیکن اس گھنٹی میں ہلا دینے جھنجھوڑ دینے کی قوت تھی۔ خان صاحب جو بھاگ کر کبھی فون تک نہیں پہنچتے ایک ہی جست میں فون کے قریب تھے۔

"ہاں..... ہاں..... بالکل حق ہوا..... ہاں..... میں سن رہا ہوں..... ٹھیک ہے.....

Azeem Paksitanipoint

صبح تڑکے چلوں گا ہاں ہاں..... وہ ساتھ ہوں گے..... کیوں نہیں حق ہوا..... بالکل"

میں نے خان صاحب کا چہرہ دیکھا

"تو شہاب بھائی چلے گئے.....؟"

"ہاں....."

میں نے فوراً ماں بن کر سوچا..... "خان..... اشیر کو نہ بتائیں پلیز..... وہ اتنی برداشت نہیں رکھتا....."

"لیکن اسے تو ڈرائیو کرنا ہو گا....." خان صاحب بولے

"وہاں چل کر پتہ لگ جائے گا....."

"اچھا....."

ان کے پیچھے پیچھے چلتے ہوئے میں نے پھر ماں کی طرح سوچا..... "خان..... غزل کو بھی نہ بتائیں اس کا امتحان ہے..... پرچہ خراب ہو جائے گا....."

"اچھا....."

ہم دونوں چپ چاپ اندر کمرے میں آ کر بیٹھ گئے..... کھڑکی میں سے جامن کا وہ گھنا درخت نظر آنے لگا جس کے اندر کہیں بتی جل رہی تھی۔ ہم دونوں خالی ذہن تھے۔ دونوں میں ہمت نہ تھی کہ وہ ایک دوسرے کو تسلی دیتے۔ نہ جانے ہم کب تک ایسے ہی بیٹھے رہتے..... لیکن یک دم اشیر خاں شہتیر کی مانند کھڑا ہو کر انگریزی میں بولا "پر وہ تو چلے گئے ہیں..... وہ تو چلے گئے ہیں امی..... میں نے انہیں جاتے دیکھا ہے میں ان کے ساتھ جاؤں گا....."

میں نے کھڑے اشیر کی جانب دیکھا وہ پوری طرح سو رہا تھا اس کے کندے تھپکتے نہ جانے کس وقت میں بھی سو گئی۔

تڑکے ہم تینوں چپ چاپ اٹھے اور اسلام آباد جانے کی تیاری کرنے لگے۔ میری امی نے بھانپ لیا لیکن وہ خاموش رہیں جیسے اس وقت کچھ بھی بولنا بے معنی تھا۔ ہم گوجرانوالے تک یہی ظاہر کرتے رہے جیسے شہاب بھائی بیمار ہوں اور ہم تینوں انہیں ہسپتال دیکھنے جا رہے ہوں لیکن اشیر خاں نے اس بیماری کے ڈرامے میں کوئی دلچسپی نہ لی۔ گوجرانوالہ کے بعد ہم تینوں خاموش ہو گئے۔ کبھی کبھی وہیل پر اشیر کے ہاتھوں پر اچانک پانی کی بڑی بڑی بوندیں آ گرتیں اور وہ کسی کسی ٹرک کو ایسے کراس کرتا جیسے ڈرائیونگ میں نو آموز ہو۔

انیق خاں امریکہ میں تھا۔

Scanned By Waqar A

ثوبیہ 'انیس کو اطلاع نہ دی جا سکی۔
غزل کو میں نے اس لئے نہ بتایا کہ اس کا پرچہ تھا لیکن وہ دو بجے اکیلی اسلام آباد آ گئی۔اندر باہر ہجوم تھا۔ ایسے لوگ جن کی آج تک کسی نے نہ سنی تھی...... ایسے جن کی سب لوگوں نے سنی تھی اور وہ پھر بھی لفظوں سے 'باتوں سے 'شکایتوں سے پر تھے...... وہ لوگ جن کے نزدیک تقدیر بہری 'فطرت ظالم اور معیشت نا انصاف تھی...... بڈھی مائیاں جن کے ہاتھوں میں سبز چادریں تھیں......جوان جو جینز پہنے ہوئے تھے...... تنومند عورتیں جو سیاہ چشموں کے پیچھے رو رہی تھیں...... ایسے سرکاری افسر جو شلوار قمیضوں میں ملبوس اپنی آدھی پرسنیلٹی گھر ہی چھوڑ آئے تھے۔ لان میں 'سڑک پر' کمروں میں لوگ ایسے پھر رہے تھے جیسے ٹرین کے حادثے کے شکار مسافر پٹڑی کے ساتھ ساتھ چکر لگاتے ہیں۔ تمام گنجے 'لولے لنگڑے 'ڈرے ہوئے 'خوفزدہ 'بھولے بھٹکے 'سیڑھیوں پر چڑھتے ڈر رہے تھے کہ اوپر ایک درویش بڑے آنند سے ان سب کے ہوتے ہوئے اپنے حسن خاتمہ کو پہنچ گیا تھا...... فضا گرم تھی اور اس میں نمی پوری سو فیصد تھی۔

سوئم کے روز سب آہستہ آہستہ سیپارے پڑھ رہے تھے میں کھڑکی کے رخ بیٹھی تھی اور سیپارہ دیکھنے، سمجھنے اور پڑھنے کے درمیان کہیں معلق تھی۔ پھر گڈی کہیں سے آ گئی اور اپنا محبت بھرا ہاتھ میرے کندھے پر رکھا۔ اس کے وجود سے مجھے وہی محبت کی خوشبو آئی جو شبابوں کا خاصا ہے۔

''چچی سیپارہ جلد ختم کر لیں...... دعا ہونے والی ہے......''

میں نے سیپارے سے نگاہ اٹھا کر اندر کی طرف دیکھا۔ ثاقب ایک بجھی سی عورت کو پانی کا گلاس دے کر غسل خانے کے ساتھ کندھا جوڑے کھڑا تھا۔ اس کے چہرے پر صرف آنکھیں خشک آنسوؤں سے چمک رہی تھیں...... اوپر جانے والی سیڑھیوں پر یوگی اشفاق کھڑے زانوؤں پر ہاتھ دھرے کچھ تہیہ کرنے کچھ چھوڑ دینے کے انداز میں بیٹھے تھے۔ قالین پر نیلی جینز میں ملبوس پتنگ کی طرح کھنچا چہرہ لئے اثیر خاں اتنا چپ تھا جتنے بادل برسنے سے پہلے ہوتے ہیں۔ عکسی مفتی بہادر ہونے کی کوشش میں چل پھر رہا تھا۔ پر اس کی جعلی بہادری کانپتے ہاتھوں سے ظاہر تھی...... اندر باہر...... چہرے ہی چہرے تھے۔

ان خالی چہروں سے گھبرا کر میں نے کھڑکی کی طرف دیکھا۔ وہاں چاند کا ہاتھ چھڑا کر اکیلا ستارہ جما کھڑا تھا۔

شہاب بھائی کے گزر جانے کے عین تیسرے دن مجھے ایک سوال کا جواب مل گیا جو پچاس سال پہلے میں نے اپنی ماں سے پوچھا تھا ''امی گزر گیا کیا ہوتا ہے...... لڑکیاں کہتی ہیں میرا باپ گزر گیا ہے......''

میری ماں بہت بھولی ہے۔وہ بڑے سے بڑا صدمہ سہہ کر بھی تاش کھیل سکتی ہے۔

Azeem Paksitanipoint

سکریبل کے الفاظ سوچ سکتی ہے۔ کرکٹ کمنٹری سن سکتی ہے تالیاں بجاتی اپنے نواسوں کو آوازیں دیتی برآمدے میں گھوم پھر سکتی ہے۔ لیکن میرے اندر جب کوئی سوال جنم لے کر صدے کی شکل اختیار کرتا ہے تو پھر مجھے آزاد نہیں کرتا..... سوال خود بھی گرداب بنا رہتا ہے اور مجھے بھی چکر پھیریاں دیئے جا رہا ہے۔

اس شام اثیر خاں 'یوگی اشفاق 'ثاقب' ..... مفتی جی 'عکسی..... ان گنت چہروں میں میرا سوال ابھر رہا تھا۔ میں نے کھڑکی والے ستارے کی طرف منت سے دیکھا۔

جب کوئی رعایت کرنے 'بات سمجھنے 'پناہ دینے والا بابر کت باپ اپنے خوفزدہ یتیم بچوں کو زندگی سے دست پنجہ ہونے کی تعلیم دیئے بغیر گزر جاتا ہے تو پھر ایسے خوفزدہ یتیم بچے ساری عمر آسمان کو تکتے رہتے ہیں۔ دن کے وقت وہ دھوپ دریچوں میں ایک جانے جانے چہرے کی تلاش کرتے رہتے ہیں۔ شام کو پہلے ستارے کی آمد پر ان کا احساس جلاوطنی کبھی کبھی اتنا شدید ہو جاتا ہے کہ وہ میری طرح گھبرا کر کہنے لگتے ہیں..... ''امی میں وہاں سے آئی ہوں اس چمکدار ستارے میں میرا گھر ہے''۔

Scanned By Waqar A